حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

دیباچہ

جب بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور آتے ہیں تو نیکی کی طاقتیں بھی ابھر کر پوری طاقت سے سامنے آجاتی ہیں اور اس کے مقابلہ پر ان نیکیوں کو مٹانے کے لئے بدی کی طاقتیں بھی پورا زور لگاتی ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کا آنا ایک قیامت کا نمونہ بن جاتا ہے کیونکہ اس کے آنے سے دنیا میں ایک حشر برپا ہو جاتا ہے اور دلوں کی پوشیدہ طاقتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ اور پھر کوئی مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر ادب، احترام اور قربانیوں کی داستانیں رقم کرتے ہوئے ابوبکر صدیقؓ بن جاتے ہیں اور کچھ اندھی مخالفت میں مبتلا ہو کر بے نام ونشاں رہ جاتے ہیں۔ اور دنیا میں ان کا نام لینے والا کوئی بھی باقی نہیں رہتا۔

زیر نظر کتاب میں جس عظیم انسان کے حالات آپ پڑھنے جارہے ہیں انہوں نے بھی اخلاص و وفا کے اعلیٰ نمونے دکھاتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور اطاعت کا ایسا تعلق باندھا جو بے مثال تھا اور آج بھی ان نمونوں پر فخر کیا جاتا ہے۔ اور آج بھی ان کی پیروی کر کے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت حاصل کر سکتے ہیں۔

پیش لفظ

احمدی نوجوانوں اور بچوں کو

بزرگانِ سلف کی سیرت وسوانح سے واقفیت دلانے کے لئے سادہ اور مختصر تحریر میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ”حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ“ پہلی مرتبہ 1981ء میں شائع ہوئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اس کو تصنیف کیا اور مکرم محمود احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زمانہ صدارت میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ یہ کتاب حضرت ابوبکرؓ کے خلافت کے مقام پر فائز ہونے تک کے واقعات پر مشتمل تھی

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے عرب اور شام کی سرحد پر بسنے والے غیر مسلم قبیلوں کو مدد دے کر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں۔ جب یہ خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے انتظار کرنے کی بجائے خود حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔ ان دنوں حکومت کی کوئی باقاعدہ آمدنی تو ہوتی نہیں تھی جب ضرورت پڑتی رسولؐ اللہ مسلمانوں کو خدا کی راہ میں چندہ کے لیے کہتے۔ اس دفعہ بھی رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو چندہ دینے کے لیے کہا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ چندہ دیا۔ کسی نے ایک ہزار درہم دیا تو کسی نے چار ہزار۔ کسی نے اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ ایک صحابی ایسے بھی تھے جنہوں نے گھر میں جو کچھ تھا اکٹھا کیا اور حضور کے قدموں میں لا ڈالا۔ مال اتنا تھا کہ رسولؐ اللہ نے آپ سے پوچھا: کچھ بیوی بچوں کے لیے بھی چھوڑا ہے؟ وہ صحابی کہنے لگے: اپنی بیوی اور بچوں کے لیے خدا اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ جانتے ہو یہ صحابی کون ہیں؟ رسولؐ اللہ کے اس عاشق کا نام ابوبکر صدیق تھا، رسولؐ اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور رسولؐ اللہ کے پہلے خلیفہ۔

تاریخ اسلام میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے مشہور نام حضرت ابوبکرؓ کا ہے۔ آپ نہ صرف اسلام کی تاریخ میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی بہت

اونچا درجہ رکھتے ہیں اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

آپ کے بچپن اور جوانی کے حالات کے متعلق زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ پیدائش پر آپ کا نام عبدالکعبہ رکھا گیا تھا۔ مسلمان ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے لوگ آپ کو عتیق کہا کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ صدیق کہلائے۔ والد کا نام عثمان ابوقحافہ اور والدہ کا نام ام الخیر سلمٰی تھا۔ ماں باپ دونوں قریش کے خاندان بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اڑھائی تین برس چھوٹے تھے۔

مسلمان ہونے سے پہلے آپ تجارت کیا کرتے تھے اور اس کے لیے شام اور یمن جاتے رہتے تھے۔ پہلا تجارتی سفر آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں کیا تھا اور چند ہی سالوں میں آپ کا شمار مکّہ کے بڑے بڑے اور امیر تاجروں میں ہونے لگا۔ مکّہ کے رہنے والے اور دوسرے لوگ جو تجارت کے سلسلے میں آپ سے ملتے، آپ کی دیانت، اچھے اخلاق، عقلمندی اور اچھا مشورہ دینے کی خوبیوں کی وجہ سے آپ کی عزت کرتے اور آپ کو بہت پسند کرتے تھے۔ قبیلہ قریش میں جو لڑائیاں ہوتی تھیں ان کا فیصلہ بطور جج آپ ہی کرتے تھے۔ قریش اور اس کے خاندان کی تاریخ کا جاننے والا آپ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا کہ مَیں نبی ہوں اس وقت آپ مکّہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو مکّہ کے کچھ سردار جن میں ابوجہل عَمرو بن ہشام، عُتبہ اور شَیبہ بھی تھے

آپ سے ملنے کے لیے آئے اور بتایا کہ ابوطالب کے بھتیجے نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ان سرداروں کے چلے جانے کے بعد آپؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ نے خدا کا نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو سمجھانے لگے مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپؐ مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپؐ اپنے آپ کو خدا کا نبی کہتے ہیں؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں۔ اس طرح آپ حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ کے مسلمان ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نے جس کسی کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا وہ مسلمان ہونے میں کچھ نہ کچھ جھجکا سوائے ابوبکرؓ کے، جو بغیر کسی جھجک کے فوراً ہی مسلمان ہو گئے۔‘‘

آپ کی نیکی، دیانت، شرافت، عقلمندی، دولت اور قریش پر آپ کے اچھے اثر کی وجہ سے آپ کے مسلمان ہونے کی بہت شہرت ہوئی اور قریش کے سرداروں کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ مسلمان ہوتے ہی آپ نے اپنی جان و مال اور اپنا اثر و رسوخ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور قریش میں تبلیغ شروع کر دی۔ آپؓ کی کوششوں سے مکّہ کے مشہور اور بڑے خاندانوں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ ہوئے، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عثمانؓ بن

مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور خالدؓ بن سعید۔

جب قریش کو ان سب کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو وہ بہت ناراض ہوئے اور نئے مسلمان ہونے والوں کو مارنے اور تکلیفیں دینے لگے تاکہ وہ اسلام چھوڑ دیں۔ حضرت عثمانؓ کو ان کا چچا رسّی سے باندھ کر مارا کرتا تھا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر دھواں دیتے کہ آپ کا سانس گھٹنے لگتا۔ اسی طرح باقی مسلمانوں کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے لیکن سب سے زیادہ تکلیف ان مسلمانوں کو تھی جو غلام تھے۔ ان کو کوئی بھی پوچھنے والا نہ تھا۔ کافر ان کو تنگ کرتے، ان کو کوڑوں سے مارتے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں توڑ دیتے۔ سخت گرمی میں انہیں کئی کئی دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر تیز دھوپ میں زمین پر گھسیٹتے پھرتے۔

حضرت بلالؓ کو ان کا مالک اُمیّہ بن خلف دوپہر کے وقت تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر کی سلیں رکھ دیتا تاکہ وہ ہل نہ سکیں اور انہیں کوڑے لگاتا اور کہتا کہ خدا کا انکار کرو مگر آپ کے منہ سے یہی آواز آتی اَحَدٌ اَحَدٌ یعنی خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔

حضرت ابوفکیہؓ کو ان کا مالک صفوان بن اُمیّہ اسی طرح پتھروں پر لٹا کر مارتا اور جب آپ بے ہوش ہو جاتے تو آپ کی گردن میں رسی باندھ کر مکّہ کے بچوں کو دے دیتا اور وہ آپ کو مکّہ کی پتھریلی اور سخت گرم زمین پر گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔

زنیرہؓ کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ آپ اندھی ہو گئیں۔ ایک اور مسلمان عورت لبینہ کو ان کا مالک مارتا۔ اتنا مارتا کہ خود تھک جاتا پھر کہتا کہ اب میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں، اس لیے کہ تھک گیا ہوں اور پھر سانس لے کر دوبارہ مارنا شروع کر دیتا۔

ایک دن حضرت بلالؓ کو اسی طرح مارا جا رہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وہاں سے گزرے تو آپ نے یہ دیکھا تو بے چین ہو گئے اور اپنے مسلمان بھائی کو ظالموں سے چھڑانے کے لیے بلالؓ کے مالک سے کہا کہ وہ ان کو آپ کے ہاتھ بیچ دے۔ اس طرح آپ نے بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ نے بلالؓ کے علاوہ عمرو، فہیر یہ، ابوفکیہ، زنیرہ، نہدیہ بنت نہدیہ اور اُم عبیس کو بھی اسی طرح ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کے مالک چونکہ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے ان مسلمان بہن بھائیوں کو ماریں کھاتا نہیں دیکھ سکتے اس لیے وہ آپ سے ان کی قیمت بھی بہت زیادہ مانگا کرتے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ منہ مانگی قیمت پر ان کو خرید لیتے تھے۔

ایک دن آپ کے والد ابوقحافہ نے آپ کو کہا: ”اگر تمہیں غلاموں پر پیسہ خرچ کرنا ہی ہے تو پھر بوڑھے، کمزور اور اندھے غلاموں کی بجائے جوان اور مضبوط غلام خرید کر آزاد کرو جو کبھی تمہارے کام بھی آ سکیں۔“ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ”نہیں میں خدا کی رضا کے لیے پیسہ خرچ کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے اس نیک کام میں کوئی دنیاوی مطلب بھی شامل ہو۔“

ایک دن قریش کے بہت سے سردار خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی طواف اور نماز کے لیے وہاں گئے۔ عقبہ بن ابی معیط کی نظر پڑی تو اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسولؐ اللہ پر حملہ کر دیا اور اتنا مارا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ عقبہ نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈالی اور آپؐ کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔ باقی سردار ساتھ ساتھ چلتے جاتے۔ آپؐ کو مارتے اور گالیاں دیتے جاتے۔ کسی شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی۔ آپ دوڑتے ہوئے آئے اور غصّے سے بھرے ہوئے

کافروں میں جا گھسے۔ کسی کو مارا، کسی کو گرایا، کسی کو ہٹایا اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے اور ساتھ یہ کہتے جاتے۔ ''افسوس ہے تم پر! تم اس شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے اللہ میرا ربّ ہے۔'' کافر اس بات پر اتنے غصہ میں آئے کہ آپ کو پکڑ کر مارنا شروع کر دیا۔ اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ آپ مار کھاتے جاتے اور کہتے جاتے۔ ''اے عزّت وجلال والے خدا! تو بہت بابرکت ہے۔'' آخر آپ کے رشتہ داروں نے آپ کو چھڑایا۔ آپ کی بیٹی حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب آپ گھر پہنچے تو یہ حال تھا کہ آپ کے سر پر جس جگہ ہاتھ لگاتے وہاں سے بال اُتر جاتے۔

مسلمانوں پر کافروں نے اتنا ظلم کیا اور انہیں اتنا مارا کہ وہ اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اور ایک دفعہ اسّی سے زائد مسلمان مرد عورتیں اپنا وطن چھوڑ کر عرب کے ہمسایہ ملک حبشہ جو آجکل ایتھوپیا کہلاتا ہے چلے گئے۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ نجاشی بہت رحمدل تھا۔ اس نے انہیں پناہ دی اور امن سے رہنے کا موقع دیا۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ بھی کافروں کے سلوک سے تنگ آ کر یمن کے راستے حبشہ جانے کے لیے نکلے۔ ابھی سفر کی پانچ منزلیں طے کر کے ایک جگہ برک الغماد پہنچے تھے کہ ایک آدمی ابن الدغنہ جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا آپ کو ملا۔ اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے بتایا:- ''میرے لوگوں نے مجھے نکال دیا ہے۔ اب دوسرے ملک جا کر رہوں گا تاکہ خدا کی عبادت کر سکوں۔'' اس نے کہا: ''تم تو غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرنے والے، مصیبت زدوں کے ہمدرد، مہمانوں کی خدمت کرنے والے ہو تمہیں کوئی کس طرح اپنے گھر سے نکال سکتا ہے۔ میرے ساتھ واپس چلو۔ میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔'' آپ نے ابن الدغنہ کی

بات مان لی اور اس کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ ابن الدغنہ نے مکہ میں آ کر اعلان کر دیا کہ ابوبکرؓ میری پناہ میں ہیں جس نے ان کو تنگ کیا، میں اس سے لڑوں گا۔ قریش نے ان کی بات مان لی اور اس طرح حضرت ابوبکرؓ پھر مکہ میں رہنے لگے۔ آپ گھر کے صحن میں نماز پڑھا کرتے اور قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ تلاوت کے وقت آپ خدا کی محبت میں روتے جاتے۔ آپ کی آواز بھی بہت اچھی تھی۔ قریش کی عورتیں اور بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ قرآن کریم سنتے اور نماز پڑھتے دیکھتے۔ قریش کو ڈر ہوا کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے بھی مسلمان نہ ہو جائیں۔ انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا: ''ہم تمہاری وجہ سے ابوبکرؓ کو کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن اس طرح ان کے قرآن کریم پڑھنے سے ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لیے تم ان کو روکو۔ اگر تم نہیں روکو گے تو ہم خود روک لیں گے۔'' ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو ساری بات بتائی۔ آپ نے کہا: ''میں تمہاری پناہ کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں یہ نہیں کر سکتا۔ تم اپنی پناہ واپس لے لو۔ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔'' اس پر ابن الدغنہ نے اپنی پناہ واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ نبوت کے تیرھویں سال کا ہے۔

ہجرت

تیرہ سال تک مسلمان کافروں کے ہاتھوں ہر قسم کی تکلیف اٹھاتے رہے۔ اس دوران ایک دفعہ حج کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یثرب سے آئے ہوئے کچھ حاجی ملے۔ آپؐ نے انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اگلے حج کے موقع پر وہ

زیادہ لوگوں کو لے کر آپؐ سے ملے اور مسلمان ہو کر آپؐ کو دعوت دی کہ آپ ان کے پاس یثرب چلے آئیں اور وعدہ کیا کہ وہ آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ مگر آپؐ کو ابھی تک خدا نے حکم نہ دیا تھا اس لیے آپؐ خود تو ٹھہرے رہے باقی مسلمانوں کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔ کافروں کی مار پیٹ سے ستائے ہوئے مسلمان یثرب جانے لگے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ بھی یثرب چلے گئے اور مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صرف چند دوسرے مسلمان باقی رہ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اجازت مانگی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا: ''ابھی نہ جاؤ شاید خدا تمہیں کوئی ایسا ساتھی دے دے جو سفر میں تمہارا ساتھ دے۔'' حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے تیاریاں شروع کر دیں۔ دو مضبوط اونٹنیاں خرید لیں اور ان کو کیکر کی پھلیاں کھلا کر پالا تاکہ سفر کے قابل ہو سکیں اور ایک آدمی عبداللہ بن اُرَیقط کو راستہ بتانے کے لیے نوکر رکھ لیا۔

جب کافروں کو پتہ لگا کہ اب یثرب کے لوگ بھی مسلمان ہونے شروع ہو گئے ہیں اور مکہ سے بھی اکثر لوگ وہاں چلے گئے ہیں تو وہ بہت گھبرائے کیونکہ یثرب مکہ سے شام جاتے ہوئے راستہ میں آتا تھا اور اس راستہ سے مکے والوں کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں چلے گئے اور یثرب کے لوگ مسلمان ہو گئے تو ان کے تجارتی قافلوں کو شام جاتے ہوئے مشکل پیش آئے گی۔ اس کا حل سوچنے کے لیے وہ اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر لوہے کی بیڑیوں سے باندھ دیا جائے تاکہ وہ یثرب نہ جا سکیں لیکن اس ڈر سے کہ اس طرح تو اگر مسلمانوں کو پتہ

لگ گیا تو وہ حملہ کر کے آپؐ کو چھڑا لیں گے یہ تجویز نہ مانی گئی۔ دوسرے نے کہا کہ آپ کو مکہ سے نکال دیا جائے۔ یہ بھی اس لیے نہ منظور کی گئی کہ اس طرح تو آپ کی تبلیغ سے عرب کے باقی لوگ بھی مسلمان ہو سکتے تھے۔ آخر ابوجہل نے کہا کہ آپ قومی مجرم ہیں اس لیے آپ کو مار دیا جائے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک آدمی لیا جائے جو مل کر آپؐ کو قتل کر دیں تا بنو ہاشم آپؐ کے قتل کا بدلہ نہ لے سکیں۔

اِدھر قریش یہ مشورے کر رہے تھے اُدھر دوپہر کے وقت آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ عام طور پر آپؐ صبح یا شام کو آیا کرتے تھے دوپہر کے وقت آئے تو حضرت ابوبکر آپؐ کو دیکھ کر کچھ گھبرا گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر آئے اور کہا کہ خدا نے مجھے مکّہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے ساتھ لے چلیں۔ آپ نے کہا کہ ضرور! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے خیال سے حضرت ابوبکرؓ اتنے خوش ہوئے کہ رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ جو اس وقت وہاں تھیں کہتی ہیں اس دن مجھے پتہ چلا کہ آدمی بہت خوش ہو تو بھی رو پڑتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دونوں اونٹنیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیں کہ میں نے یہ دونوں اونٹنیاں اسی دن کے لیے پالی ہیں۔ آپؐ نے ایک اونٹنی قیمتاً لے لی۔ اسی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو کافروں نے گھیرے میں لے لیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ صبح کے وقت حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ قریش یہ سمجھتے رہے کہ اندر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں۔ آپؐ رات کو اپنے گھر سے نکلے اور مکہ سے باہر جا کر ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یثرب کو جانے والا عام راستہ محفوظ نہ تھا اور ڈر تھا کہ اس راستہ سے قریش گھڑ

سوار بھیج کر پکڑ لیں گے اس لیے آپؐ نے ایک ایسا راستہ لیا جہاں لوگوں کا آنا جانا بہت کم تھا اور غارِ ثور کی طرف چل پڑے۔ غارِ ثور مکّہ کے جنوب کی طرف ہے اور یثرب شمال کی طرف۔ کافروں کو آپؐ کے اس راستہ پر چلنے کا خیال نہ آسکتا تھا۔ غار ثور پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے غار کو صاف کیا اور پھر حضورؐ اندر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ آرام کرنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے رانوں پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ حضورؐ سو رہے تھے کہ ایک سوراخ سے ایک سانپ باہر نکلا، حضرت ابوبکرؓ نے اسے مارنے کے لیے اس کے سر پر اپنا پیر رکھ دیا۔ سانپ نے آپ کے پَیر پر کاٹ لیا۔ حضورؐ کے آرام کے خیال سے آپؓ اسی طرح بیٹھے رہے اور ذرا نہیں ہلے لیکن درد اتنی تھی کہ آنسو نکل پڑے۔ ایک آنسو حضورؐ کے چہرہ پر ٹپکا جس سے حضورؐ کی آنکھ کھل گئی۔ پوچھا ابوبکرؓ! کیا بات ہے؟ کہنے لگے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضورؐ نے اسی وقت اپنے منہ کا لُعاب اس جگہ پر لگا دیا جس سے درد کم ہوگیا۔

تین دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں رہے۔ روزانہ شام کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ اور ان کے بھائی آپ دونوں کے لیے کھانا تیار کرتے اور عامر بن فہیرہ کے ہاتھ ان کو بھجوا دیتے۔ وہ بکریوں کو چرانے کے لیے غار ثور تک لے آتے اور ان کا دودھ دوہ کر آپ دونوں کو پیش کرتے۔ قریش آپؐ کو تلاش کرتے رہے اور آپؐ کو ڈھونڈ کر لانے والے کے لیے ایک سو اونٹوں کا انعام بھی مقرر کیا۔ انعام کی لالچ میں بہت سے لوگ آپ کو ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے اور دو تین آدمی تلاش کرتے کرتے غار تک بھی پہنچ گئے۔ غار کے اندر سے جب حضرت ابوبکرؓ کو اُن کے پاؤں نظر آئے تو آپ گھبرائے اور کہنے لگے:۔ ''کافر تو ہم

تک پہنچ گئے ہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا: ''فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو 'ثانی اثنین'' یعنی دو میں سے دوسرا کہا ہے۔

آخر چوتھے روز دونوں غار سے باہر آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے سے دونوں اونٹ لے کر یثرب کی طرف چل پڑے۔ کئی دن چلنے کے بعد آپ یثرب سے دو تین میل پہلے ''قبا'' کے مقام پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ سارا راستہ حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے آئے تھے اور حفاظت کے خیال سے کبھی آپؐ سے آگے نکل جاتے کبھی آپ کے پیچھے دیکھتے رہتے کہ کوئی پیچھا کرنے والا نہ آرہا ہو۔ کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے آپؐ سو جائیں اور خود پہرہ دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ تجارت کے لیے سفر کرتے رہتے تھے اس لیے بہت سے لوگ انہیں جانتے تھے۔ راستہ میں اگر کوئی ملتا اور آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتا کہ یہ کون ہیں تو آپ صرف اتنا جواب دیتے۔ ''یہ مجھے راستہ دکھانے والے ہیں۔''

آخر قبا پہنچ کر آپؐ نے آرام کا سانس لیا۔ آپؐ کے قبا پہنچنے کی خبر جلد ہی یثرب پہنچ گئی اور لوگ آپؐ سے ملنے کے لیے آنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے ابھی تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوا نہیں تھا اس لیے وہ پہچان نہ سکے کہ دونوں میں سے اللہ کا رسولؐ کون ہے۔ جب دھوپ ذرا تیز ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر آپؐ پر چادر کا سایہ کیا تب لوگوں نے پہچانا۔

قبا میں حضرت علیؓ بھی آپؐ سے آملے اور کچھ روز وہاں ٹھہرنے کے بعد آپؐ یثرب چلے گئے۔ آپ کے وہاں آنے کے بعد یثرب کو مدینۃ النّبیؐ یا مدینہ کہا جانے لگا۔ جب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں نے آپ ؐ کا شاندار استقبال کیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں خوشی کے ساتھ گا رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

کہ وداع کی گھاٹی سے ہم پر چودھویں کا چاند نکلا ہے۔اور اونچی اونچی کہتے جاتے تھے: اللہ کے رسول ؐ آ گئے۔اللہ کے رسول ؐ آ گئے۔

مدینہ کے مسلمان اس دن اس طرح خوش تھے جس طرح عید کے دن لوگ خوش ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان مہاجروں کو بڑی عزّت اور خوشی کے ساتھ رہنے کے لیے جگہ دی۔

مدینہ پہنچنے پر حضور ؐ نے اس خیال سے کہ مکہ سے جو مہاجر آئے تھے ان میں سے اکثر خالی ہاتھ تھے اور جائیدادیں مکہ میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ مدینہ کے مسلمانوں اور مکہ کے مہاجروں میں سے ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بھائی خارجہؓ بن زید بنے۔ آپ کا گھر مدینہ کی ایک قریبی بستی سنخ میں تھا اس لیے حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں ٹھہرے۔

مدینہ کے مسلمانوں نے مہاجرین کی ہر طرح مدد کی تھی اس لیے وہ انصار یعنی مدد کرنے والے کہلائے۔

ہجرت کے چند روز بعد حضرت ابوبکرؓ کو بخار آنے لگا۔ نہ صرف آپ بلکہ اور بھی کئی مہاجر بخار سے بیمار ہو گئے۔ مدینہ کا موسم مکہ کے موسم سے مختلف تھا اور وہاں وبائی بخار بہت ہوتا تھا۔ رسول ؐ اللہ نے دعا کی اور اس طرح مدینہ سے یہ بیماری ختم ہوئی۔

مدینہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے

گھر رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ؐ نے کچھ زمین خریدی جس کی قیمت حضرت ابوبکرؓ نے دی۔ اس پر مسجد بنائی گئی جو مسجد نبوی کہلاتی ہے۔ مسجد کے ارد گرد حضور ؐ اور آپ ؐ کے ساتھ آنے والے مسلمانوں کے گھر بنائے گئے۔ یہ مکان مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے تھے اور چھت کھجور کی شاخوں اور پتوں کی ہوتی تھی۔ ابھی مسجد کے قریب والا مکان بنا نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھجوا کر مکہ سے اپنے بچوں کو مدینہ بلوایا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ کے بچے بھی آئے۔ کچھ دن سنخ میں ٹھہرے۔ جب مسجد کے پاس مکان بن گیا تو وہاں رہنے لگے۔ مدینہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجر قریش مکہ کے ظلم سے بچ گئے تھے۔ مگر قریش ان کے بچ جانے پر سخت ناراض تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کوئی ایسا موقع آئے کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر سکیں۔ ان کو یہ بھی ڈر تھا کہ مدینہ میں مسلمان امن سے رہے تو ان کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ آخر قریش کو یہ موقع غزوہ بدر میں ملا۔

غزوہ بدر

قریش کی فوج ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی اور اس میں ایک سو گھڑ سوار اور سات سو اونٹ تھے۔ ان کے مکہ سے چلنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ ؐ نے مسلمانوں کو مشورہ کے لیے بلایا۔ حضرت ابوبکرؓ اور بعض اور صحابہ نے مدینہ سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تجویز پیش کی جو آپ ؐ نے قبول فرما لی اور آپ تین سو تیرہ مسلمان اپنے ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس فوج میں صرف ستّر اونٹ اور تین گھوڑے تھے۔ مدینہ سے کوئی سات منزلوں پر بحیرہ قلزم کے نزدیک ایک کنواں تھا

جو بدر کہلاتا تھا۔ یہاں پہنچ کر مسلمان ٹھہر گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ فوجی لحاظ سے مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ پر اتنی کم اور لڑائی کے ہتھیاروں کے لحاظ سے اتنے کم ہتھیار ان کے پاس تھے کہ بظاہر مسلمانوں کا ان سے مقابلہ کرنا بھی ناممکن تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:-”اے اللہ! جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا تھا اسے پورا کر۔ اے اللہ! اگر آج مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔“ حضورؐ کی دعا میں بے چینی دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ آپ سے بار بار عرض کرتے تھے۔ یا رسولؐ اللہ! خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آپؐ بس کریں۔

ابھی آپؐ دعا کر رہے تھے کہ خدا نے آپؐ کو بتایا کہ مسلمان جیت جائیں گے۔ آپؐ نے دعا ختم کر کے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ”جلد ہی کافر ہار کر میدان سے بھاگ جائیں گے۔“ میدان جنگ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ نے ایک چھپّر سا بنا دیا۔ آپؐ اس چھپّر میں بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ ہاتھ میں تلوار لے کر آپؐ کی حفاظت کرتے رہے۔ عرب کے رواج کے مطابق ایک ایک آدمی کا مقابلہ ختم ہوا۔ عام لڑائی شروع ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ لشکر کے دائیں بازو کی کمان کر رہے تھے۔ زبردست لڑائی کے بعد جس میں کافروں کے ستّر آدمی جن میں ان کے بڑے بڑے لوگ ابوجہل، عتبہ اور شیبہ بھی شامل تھے، مارے گئے اور ستّر آدمی قیدی بنائے گئے۔ باقی فوج میدان سے بھاگ گئی۔ مسلمان اس لڑائی میں کس طرح لڑے تھے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کافروں کی فوج میں سے اکثر کی قریبی رشتہ داری ان مہاجرین سے تھی جن سے وہ لڑ رہے تھے اور مرنے والے ستّر کافروں میں سے ہر ایک

کا کسی مسلمان سے قریبی رشتہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور بدر کی لڑائی میں کافروں کی طرف سے لڑے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے کہ غزوہ بدر میں ایک دفعہ میں آپ کو مار سکتا تھا مگر میں نے باپ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر ایسا موقع مجھے ملتا تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا۔

رسولؐ اللہ نے قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ سب قتل کر دیے جائیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ سب اپنے ہی بھائی ہیں اس لیے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے اور فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دینا چاہیے۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا مشوہ مان لیا اور اسی پر عمل کیا۔

غزوہ احد

غزوہ بدر میں ہارنے کا قریش کو سخت غصہ تھا اور دوبارہ حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ آخر ایک سال بعد جب ان کی ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں تو کافروں کا تین ہزار کا لشکر رمضان 3ھ بدھ کے روز شمال کی طرف، اُحد کے پہاڑ کے قریب پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو مسلمانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ جنگ میں مسلمانوں نے کافروں کا حملہ روک کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ مسلمانوں کی فوج کے پچھلی طرف درّہ کی حفاظت کے لیے جو پچاس مسلمان کھڑے کیے گئے تھے تاکہ کافر مسلمان فوج پر پیچھے سے حملہ نہ کرسکیں، فتح کی خوشی میں وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر میدان میں آ گئے اور

درّہ میں صرف چند مسلمان رہ گئے۔ جب کافروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کرنے کے لیے درّہ خالی ہے تو انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور کافر رسول اللہؐ تک پہنچ گئے۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور دو دانت ٹوٹ گئے۔ آپؐ زخمی ہو کر بعض شہیدوں کی لاشوں کے درمیان گر پڑے۔ مسلمان آپؐ کو اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کی آپؐ پر نظر پڑی اور آپ نے بعض اور صحابہ کی مدد سے رسول اللہ کو اٹھایا۔ لوہے کے خود کی کڑیاں جو چہرے میں چُبھ گئی تھیں نکالی گئیں اور آپ کے چہرے سے خون پونچھا۔ اس دوران کافروں نے ایک اور حملہ کیا مگر صحابہ کے ایک گروہ نے سخت مقابلہ کر کے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ کچھ وقفہ ملا تو رسول اللہ بعض صحابہ کے ساتھ ایک پہاڑی پر پہنچے۔ اس وقت تک کافروں کو پتہ نہیں تھا کہ رسول اللہ زندہ ہیں یا نہیں۔

ابوسفیان نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے قریب آ کر آواز دی کہ کیا تم میں محمدؐ ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب دینے سے منع کیا۔ پھر ابوسفیان نے پوچھا کیا ابوبکرؓ ہیں؟ اِدھر سے سب چپ رہے۔ پھر پوچھا کیا تم میں عمرؓ ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ ابوسفیان نے چلّا کر کہا، ''اس کا مطلب ہے کہ سب مارے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ اب چپ نہ رہ سکے اور کہنے لگے۔ ''او خدا کے دشمن ہم سب زندہ ہیں۔'' ابوسفیان نے کہا کہ بدؔر کا جواب ہے۔ ہبلؔ کی جَے۔ لاتؔ کی جَے (یہ خانہ کعبہ میں رکھے گئے بتوں کے نام تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ''اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا کہ اگلے سال ہم پھر بدؔر میں ملیں گے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ''ضرور''۔

مسلمان اتنی دیر میں دوبارہ اکٹھے ہو چکے تھے لیکن کافر مکہ واپس جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے جب اکیلے اکیلے آدمی کا مقابلہ ہو رہا تھا تو ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن کافروں کی طرف سے سامنے آئے اور مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ کے لیے آواز دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے تلوار میان سے نکالی اور خود مقابلہ پر جانے کے لیے حضورؐ سے اجازت مانگی مگر حضور نے اجازت نہ دی۔ کافروں کی فوج کا پیچھا کرنے کے لیے ستّر مسلمان بھجوائے گئے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔

غزوہ خندق

627ء میں قریش مکہ کی سرداری میں تیرہ ہزار فوجی اور بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ دس ہزار فوجی جس میں عرب کے بہت سے قبیلوں مثلاً بنو غطفان، بنو اَسد، بنو سُلیم کے لوگ شامل تھے، مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے مقابل پر مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے اردگرد ایک خندق کھدوائی اور تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے اندر رہتے ہوئے، شہر کو بچانے کی تیاری کی۔ کافروں کی فوج نے مدینہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ایک مہینے تک وہ مدینہ کو اپنے گھیرے میں لیے رہے۔ اس عرصہ میں کبھی کبھی چھوٹی موٹی لڑائی ہو جاتی۔ آخر ایک مہینہ گزرنے پر ایک روز تیز آندھی اور سخت بارش ہوئی۔ کھانا پکانے کے لیے آگ جلانا بھی مشکل ہو گیا۔ کافروں کے خیمے اڑ گئے۔ کھانا پکانے کے برتن آندھی میں گم ہو گئے اور سواری کے جانور بھی آندھی کے ڈر

سے بھاگ گئے۔ ایک مہینہ تک بغیر کسی لڑائی کے بیٹھے رہنے سے کافر پہلے ہی تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس نئی مشکل سے گھبرائے ہوئے قریش واپس مکہ کو چل پڑے۔ قریش کا جانا تھا کہ باقی قبیلے بھی اپنے اپنے گھروں کو چل پڑے اور میدان میں صرف یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے لوگ رہ گئے جن کی کوششوں سے یہ ساری فوج جمع ہوئی تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اکیلے رہ گئے ہیں تو اپنے قلعے کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا اور آخر بنو قُریظہ نے اس شرط پر ہار مان لی کہ انہوں نے جو غدّاری کی ہے اس کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیں بلکہ قبیلہ اَوس کے رئیس سعدؓ بن عبادہ جو فیصلہ کریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودی دونوں اس فیصلہ کو مانیں۔ رسول اللہؐ اور مسلمانوں نے ان کی یہ شرط مان لی۔ سعدؓ نے یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات کے مطابق سزا دینے کا فیصلہ کیا اور غداری، دھوکہ دینے اور معاہدہ توڑنے کے جرم میں ان کے لڑنے والے لوگوں کو قتل کی سزا دی۔

اس لڑائی میں خندق کے ایک حصہ کی حفاظت حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے ماتحت فوجیوں کے سپرد تھی۔ بعد میں اس جگہ ایک مسجد بنائی گئی جس کو مسجد صدیق کہا جاتا ہے۔

صلح حدیبیہ

6ھ ذیقعدہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 1400 مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ مسلمان صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ قریش سے لڑائی نہیں کرنا چاہتے، اسی لیے انہوں نے احرام باندھے ہوئے تھے اور قربانی کے لیے جانور بھی ساتھ لیے تھے۔ راستے

میں آپؐ کو پتہ لگا کہ قریش مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے اور اگر مسلمانوں نے کوشش کی تو لڑائی کریں گے۔ یہ خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُدیبیہ میں ٹھہر گئے۔ یہاں قریش کی طرف سے کئی سفیر آئے۔ مسلمانوں اور قریش میں بات چیت ہوتی رہی۔ آخر قریش نے عُروہ بن مسعود کو بھیجا۔ عروہ نے آکر کہا کہ مکہ والے لڑنے کے لیے بالکل تیار ہیں اور مسلمانوں کو کسی حال میں بھی عمرہ کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی پاس ہی تھے۔ عُروہ کی بات سن کر چپ نہ رہ سکے اور کہنے لگے: ٹھیک ہے اگر لاتؔ اور عزّیٰ بتوں کو ماننے والے لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں تو کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم حضورؐ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ عروہ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ میرے پر ابوبکرؓ کے احسان ہیں۔ اگر مجھے ان احسانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی اس بات کا جواب دیتا۔

اس دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھجوایا۔ آپ ابوسفیان اور دوسرے سرداروں سے ملے۔ ان کے دیر سے آنے کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ قریش نے ان کو مار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں سے بیعت لی اور وعدہ لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ بعد میں پتہ لگا کہ خبر غلط تھی۔ عثمانؓ زندہ ہیں۔ آخر قریش کی طرف سے سُہیل سفیر ہو کر آئے۔ ان کے ساتھ بات چیت کے بعد معاہدہ طے ہو گیا۔ معاہدہ کی شرطیں بظاہر ایسی تھیں جن سے لگتا تھا کہ مسلمان کافروں سے دب گئے ہیں مگر اصل میں ساری شرطیں مسلمانوں کے فائدہ کی اور کافروں کے نقصان والی تھیں۔ بعض صحابہ اس بات کو سمجھ نہ سکے اور بہت غصہ میں آئے اور حضرت

ابوبکرؓ کے پاس جا کر کہا کہ یہ معاہدہ نہیں ہونا چاہیے۔اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے سمجھایا کہ جو رسولؐ اللہ کہہ رہے ہیں وہی ٹھیک ہے مگر اُنہیں تسلی نہ ہوئی اور وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم سچائی پر نہیں ہیں؟ پھر ہم یہ بے عزتی کیوں برداشت کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ مجھے جو خدا کا حکم ہے میں وہی کر رہا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی سمجھایا اور کہا: ''رسول اللہ خدا کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں اور آپؐ جو کچھ بھی کرتے ہیں، ہمارے فائدے کے لیے کرتے ہیں۔''

آخر معاہدہ ہو گیا۔اس کی عبارت حضرت علیؓ نے لکھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور کچھ اور صحابہؓ نے دستخط کیے۔

غزوہ خیبر

حدیبیہ سے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک مہینہ ہی مدینہ میں ٹھہرے اور محرم ۷ھ میں فوج لے کر خیبر گئے۔خیبر میں یہودی قبیلے آباد تھے۔بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے ہارنے کے بعد سے خیبر کے یہودی بڑے سخت غصے میں تھے اور چھپ چھپ کر مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔خیبر میں یہودیوں کے بہت سے قلعے تھے اور وہ قلعہ کے اندر بند ہو کر لڑے۔اس وجہ سے لڑائی لمبی چلی۔آخر صفر 7ھ میں خیبر فتح ہو گیا۔حضرت ابوبکرؓ اس جنگ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اسی سال حضرت ابوبکرؓ، بنی کلاب جو مسلمانوں کے دشمن تھے، کے خلاف چھوٹی

سی فوج لے کر گئے۔وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے اور اس کے بعد (بنو فزارہ) کے خلاف مسلمانوں کا ایک دستہ لے کر گئے۔

فتح مکّہ

حدیبیہ کا معاہدہ قریش نے جلد ہی توڑ دیا۔قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا دوست تھا۔ رمضان 8ھ میں اس پر قبیلہ بنو بکر نے حملہ کر دیا۔بنو بکر کا قبیلہ قریش کا دوست تھا اس لیے قریش نے ان کی مدد کی اور خُزاعہ کے لوگوں کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔خزاعہ والوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کے مطابق دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ 10/رمضان کو مدینہ سے چلے۔مکہ پہنچنے پر قریش نے ہار مان لی اور اس طرح بغیر لڑائی کے مکہ فتح ہو گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سارے لوگوں کو جو تیرہ سال تک آپؐ کو اور آپ کے ساتھی مسلمانوں کو تنگ کرتے، مارتے اور گالیاں دیتے رہے تھے، بغیر کوئی سزا دیے معاف کر دیا۔اس سفر میں بھی حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔آپ کے والد ابو قحافہؓ اسی موقع پر مسلمان ہوئے۔

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد قریش تو مسلمان ہو گئے تھے لیکن ابھی تک عرب کے دوسرے قبیلے کافر ہی تھے۔قبیلہ ہَوازن اور ثقیف اور بعض دوسرے قبیلے ایک بڑی فوج لے کر مسلمانوں پر حملہ کے لیے چلے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔آپؐ کے ساتھ مدینہ سے آئے ہوئے دس ہزار اور مکہ کے دو ہزار آدمی تھے۔حنین کی وادی میں لڑائی ہوئی۔کافروں کا حملہ اتنا سخت تھا کہ شروع میں مسلمان

گھبرا گئے اور میدان میں صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تھوڑے سے صحابہ رہ گئے۔ ان میں ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ اور ایمنؓ شامل تھے۔ حضرت عباسؓ کے آواز دینے پر مسلمان دوبارہ اکٹھے ہوئے اور کافروں پر زبردست حملہ کیا۔ اس حملہ نے کافروں کو بھگا دیا۔

غزوہ تبوک

شروع میں آپ نے یہ واقعہ پڑھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جنگ کے موقع پر اپنا سارا مال چندہ میں دے دیا تھا۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ اس جنگ میں بھی حضرت ابوبکرؓ رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ یہاں ایک مزیدار بات بھی ہوئی۔ جب اس جنگ کے لیے رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو چندہ دینے کے لیے کہا تو ان دنوں حضرت عمرؓ کے پاس بہت سارے پیسے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اس دفعہ تو میں ضرور ابوبکرؓ سے چندہ دینے میں بڑھ جاؤں گا اور اس خیال سے آپ اپنا آدھا مال لائے اور رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ کہتے ہیں میں خوش خوش بیٹھا تھا کہ اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور اپنا سارا مال رسول اللہ کے آگے رکھ دیا۔ اس دن میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

9ھ میں بہت سے مسلمان حج کے لیے روانہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج پر نہ گئے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو حج پر جانے والوں کا امیر بنایا۔

10ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے یہ آپؐ کا آخری حج تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آپؐ کے ساتھ ہی تھے۔ حج سے واپسی پر آپؐ بیمار ہوئے اور بیمار رہی

تھے کہ ایک دن مسجد میں آئے منبر پر بیٹھے اور تقریر کی۔ فرمانے لگے:۔

”خدا نے اپنے ایک بندہ سے کہا کہ وہ دنیا اور خدا کے ساتھ میں سے کوئی ایک چن لے اور اس نے خدا کے ساتھ کو چُن لیا ہے۔“

باقی لوگ تو چپ کر کے سنتے رہے، یہ سمجھے ہی نہیں کہ آپ اپنا ذکر کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اب آپؐ جلد فوت ہونے والے ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے اور رونے لگے۔ آپؐ نے ابوبکرؓ کو تسلی دی۔ پھر کہا ”مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے کھلتے ہیں سب بند کر دو۔ صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو۔“

ایک اور موقع پر کہا:۔

”کوئی آدمی ایسا نہیں جس کے احسان مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ ہوں۔“

طبیعت کے زیادہ خراب ہونے پر حکم دیا کہ

”ابوبکرؓ کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“

چنانچہ آپؐ کی وفات تک حضرت ابوبکرؓ ہی امامت کرتے رہے۔ ایک دن ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپؐ اپنے کمرہ سے مسجد میں آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو پتہ لگا کہ آپؐ آئے ہیں تو آپؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”نہیں۔ نماز پڑھاتے رہو۔“ اور خود حضرت ابوبکرؓ کی دائیں طرف بیٹھ کر ساتھ نماز پڑھی۔

مسجد سے واپس جا کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر طبیعت اچھی رہی۔ حضرت عائشہؓ سے مسواک لے کر کی اور اس کے ساتھ ہی رفیق الاعلیٰ رفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس دن 12 ربیع الاوّل کی تاریخ اور پیر کا دن تھا۔ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیار کرتے تھے اس لیے سب کو

آپ ؐ کے فوت ہونے کا بہت زیادہ غم ہوا۔ جس طرح باپ کے مرنے پر چھوٹے چھوٹے بچوں کا حال ہوتا ہے۔ رسول ؐ اللہ کی وفات پر بڑے بڑے مسلمانوں کا وہی حال تھا۔ مسلمانوں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ کئی آدمی تو ماننے کو تیار ہی نہ تھے کہ رسول ؐ اللہ فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ بڑے زبردست آدمی تھے مگر اس وقت آپ کی یہ حالت ہوئی کہ تلوار نکال لی اور یہ کہنا شروع کر دیا: جو آدمی یہ کہے گا کہ رسول ؐ اللہ فوت ہو چکے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ باقی لوگ بھی اسی طرح پریشان پھر رہے تھے اور کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

رسول ؐ اللہ کی وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ اپنے سُنح والے گھر میں تھے۔ خبر سنتے ہی آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ؐ کے گھر آئے۔ آپ نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں لوگ جمع ہیں اور حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے پھر رہے ہیں۔ آپ نے کسی طرف توجہ نہ کی اور گھوڑے سے اتر کر سیدھے حضرت عائشہؓ کے کمرے میں گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر سے چادر اٹھا کر ماتھے پر پیار کیا۔ روتے ہوئے کہنے لگے:۔

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ؐ کی زندگی بھی بہت اچھی تھی اور وفات بھی بہت اچھی۔''

یہ کہہ کر چادر اُڑھائی اور باہر آئے۔ دیکھا حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں اور سخت غصہ میں کہہ رہے ہیں۔ ''جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول ؐ اللہ فوت ہو چکے ہیں وہ منافق ہیں۔ آپ ؐ فوت نہیں ہوئے بلکہ کچھ دنوں کے لیے خدا کے پاس گئے ہیں اور پھر واپس آئیں گے۔'' حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ عمرؓ صدمے میں ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے انہیں کہا: عمرؓ سنبھلو اور ذرا چپ ہو جاؤ!'' مگر اس وقت حضرت عمرؓ کوئی بھی

بات سننے کو تیار نہ تھے۔ وہ پھر بھی بولتے رہے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کو بولنا پڑا۔ آپ نے کہا:۔

''لوگو سنو! جو آدمی محمد ؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد ؐ تو فوت ہو گئے ہیں۔ ہاں جو اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کا خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔''

پھر سورہ آل عمران کی آیت 145 وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ... پڑھی جس کا مطلب ہے:۔

''محمد ؐ تو صرف ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے جتنے رسول یا نبی آئے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر محمد ؐ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اسلام چھوڑ دو گے؟''

حضرت ابوبکرؓ کی بات اور یہ آیت سُن کر لوگ ہوش میں آئے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں:۔ ''مجھے یوں لگا کہ جس طرح یہ آیت ابھی ابھی اتری ہو۔ میں سمجھ گیا کہ رسول ؐ اللہ واقعی فوت ہو گئے ہیں اور مجھے یوں لگا جیسے میرے پَیر ٹوٹ گئے ہوں۔ مجھ میں کھڑے رہنے کی طاقت بھی نہ رہی اور میں زمین پر گر گیا'' ابھی لوگ مسجد نبوی ؐ میں ہی تھے کہ کسی نے آ کر بتایا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو کر مشورہ کر رہے ہیں کہ حضور ؐ کا جانشین کسے بنائیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اُدھر روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی مل گئے۔ تینوں انصار کے پاس پہنچے۔ انصار کا خیال تھا کہ حضور ؐ کا جانشین یا خلیفہ ان میں سے ہو لیکن اس میں یہ مشکل تھی کہ عرب کے بہت سے لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دنوں میں مسلمان ہوئے تھے ابھی

تک پوری طرح اسلام کے متعلق نہ جانتے تھے اور نہ ہی انہیں یہ پتہ تھا کہ خلافت کتنی بڑی چیز ہے اور ڈر تھا کہ یہ لوگ کسی انصاری کو خلیفہ نہیں مانیں گے۔ پھر انصار میں سے کسی آدمی نے کہا کہ دو خلیفہ بنا لیے جائیں۔ ایک انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے۔ اگر یہ بات مان لی جاتی تو اس طرح مسلمان ایک قوم نہ رہتے بلکہ دو قومیں بن کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے۔ اس لیے یہ تجویز بھی نامنظور کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو سمجھایا کہ دیکھو مہاجر وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مانا تھا جب سارے ان کے دشمن تھے۔ وہ آپؐ پر ایمان لائے۔ آپؐ کے ساتھ تکلیفیں اٹھائیں اور باوجود اس کے کہ وہ بہت تھوڑے تھے اور دشمن ان سے بہت زیادہ، وہ حضورؐ کے ساتھ رہے اس لیے خلیفہ ان میں سے ہونا چاہیے۔''

آپ نے یہ بھی کہا:۔

''اے انصار! تمہاری بڑائی اور اسلام کی خدمت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تمہیں خدا نے اپنے دین اور اپنے رسولؐ کی خدمت کے لیے چنا اور اپنے رسول کو ہجرت کے بعد تمہارے پاس بھیجا۔ تمہارا درجہ بہت بڑا ہے لیکن امیر مہاجرین میں سے ہو جو تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چُن لو۔

آپ کی تقریر سے ساری بات انصار کی سمجھ میں آ گئی۔ مہاجر چونکہ قریش کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور قریش کی سرداری کو پہلے ہی عرب کے سارے قبیلے مانتے تھے اس لیے یہ ڈر بھی نہ تھا کہ کوئی قبیلہ خلیفہ کو نہ مانے۔ چنانچہ سارے انصار مہاجروں میں سے خلیفہ چننے پر تیار ہو گئے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے لیے حضرت عمرؓ اور

حضرت عبیدہؓ کا نام پیش کیا تو ان دونوں نے کہا۔ ابوبکرؓ! ''آپ مہاجروں میں سے سب سے بزرگ ہیں۔ غار میں آپ دو میں سے دوسرے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نماز پڑھاتے رہے ہیں اس لیے آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں ہم بیعت کریں گے۔''

یہ سنتے ہی سارے لوگ بیعت کے لیے آگے بڑھے۔ حضرت بشیرؓ بن سعد انصاری نے سب سے پہلے بیعت کی پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اور پھر انصار نے بیعت کی۔

حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ چننے کے بعد مسلمانوں کو تسلی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن کرنا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے کمرے میں ہی جہاں آپؐ فوت ہوئے تھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور آپؐ کو دفن کیا گیا۔ رسول اللہؐ کی وفات ایسا صدمہ تھا جس سے تمام مسلمان سخت گھبرائے اور پریشان ہو گئے تھے۔ مدینہ میں بڑے بڑے لوگ بچوں کی طرح روتے پھر رہے تھے اور کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ایسے وقت میں حضرت ابوبکرؓ کا اپنے ہوش میں رہنا اور مسلمانوں کو تسلی دینا۔ انہیں اکٹھا رہنے کے لیے نصیحت کرنا یہ ایسی بات ہے جس سے آپ کی عقلمندی، مضبوط ارادے اور اچھے سردار اور لیڈر ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ آپ کا سارے مسلمانوں سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق تھا۔ آپ کی وفات کا صدمہ بھی سب سے زیادہ آپ ہی کو تھا۔ مگر اتنے سخت صدمہ میں بھی آپ نے اپنے حواس قائم رکھے اور نہ صرف مسلمانوں کو تسلی دی، ان کا غم بٹایا بلکہ جو غلطی وہ کرنے لگے تھے اس سے انہیں بچایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اگلے دن مسجد نبویؐ میں لوگ اکٹھے ہوئے۔ جو لوگ بیعت نہیں کر سکے تھے انہوں نے بیعت کی پھر آپ نے تقریر کی۔

''اے لوگو! میں نے کبھی امیر نہیں بننا چاہا اور نہ امیر بننے کے لیے کبھی خدا سے دعا کی۔ مجھے امیر بن کے کچھ خوشی بھی نہیں بلکہ یہ مجھ پر ایک ایسا بوجھ ہے جس کی طاقت مجھ میں نہیں ہے اور نہ یہ بوجھ خدا کی مدد کے بغیر اٹھایا جا سکتا ہے۔ بہر حال میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں اور تم میں سے کوئی بہتر نہیں ہوں۔ میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کرو۔ اگر غلط کام کرنے لگوں تو مجھے بتاؤ۔ سچ بولنا امانت کا ادا کرنا ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے۔ جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور جو تم میں سے طاقتور ہے وہ میری نگاہ میں کمزور ہے جب تک میں دوسروں کا حق اس سے نہ لے لوں۔''

خلیفہ بننے کے بعد آپ کو خلیفۃ الرّسول کہا جانے لگا۔

حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنتے ہی اپنے سامنے مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا، ایک طرف ایسے جھوٹے مدعیان نبوت تھے جنہوں نے بغاوت کا علم بلند کیا ہوا تھا اور دوسری طرف ایسے مرتدین اسلام تھے جنہوں نے خلیفۂ رسول سے کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کیا ہوا تھا، منکرین زکوٰۃ کی شورش الگ تھی اور ان کی مشکلات کے ساتھ ساتھ اسامہ بن زیدؓ کی مہم کی روانگی خود ایک مسئلہ تھا۔

غرضیکہ چاروں طرف مصائب کی آندھیاں تھیں اور خطروں کے مہیب بادل تھے اور بغاوت کی طوفانی موجیں تھیں جو اسلام کی کشتی کو ایک منجدھار کی طرف دھکیلتی چلی

جا رہی تھیں۔ ان پُر صعوبت اور خطرناک مصائب کا نقشہ آپ کی بیٹی حضرت عائشہؓ نے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ یوں کھینچا ہے۔

آپ فرماتی ہیں:۔

.....فَصُبَّتْ عَلَيْهِ مَصَائِبُ لَوْ صُبَّتْ عَلَى الْجِبَالِ لَانْهَدَّتْ وَسَقَطَتْ وَانْكَسَرَتْ فِي الْحَالِ۔

''وہ مصائب جو میرے باپ پر خلیفہ بنتے ہی نازل ہوئے اگر وہ پہاڑوں پر پڑتے تو اسی لمحہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

ان حالات میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی مدد کی۔ جیسا کہ اس کی سنت ہے کہ اپنے بندوں اور خلفاء کی وہ ایسے حالات میں خود تائید و نصرت کے لیے گویا آسمان سے اُتر کر آ جاتا ہے۔ اُس نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں سے اس تمام خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور خطرات کے بادل چھٹ گئے اور تھوڑے سے عرصہ میں اسلام کا کارواں پھر بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے زمانۂ خلافت میں کون کون سے اہم امور تھے جو سرانجام دیئے گئے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی مہم کی روانگی

سب سے پہلا اہم معاملہ اس لشکر کی روانگی کا مرحلہ تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا تھا تا کہ غزوہ موتہ کے شہداء کا بدلہ لیا جا سکے۔

آنحضرت کی زندگی میں یہ لشکر تقریباً روانہ ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی مدینہ میں ہی تھا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی اور لشکر کی روانگی ملتوی ہوگئی۔

اب جب حالات نے ایک دَم پلٹا کھایا اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے ارتداد اختیار کر کے بغاوت کر دی اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ باغیوں کے گروہ مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ تو اس خطرے کے وقت صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ اس لشکر کی روانگی فی الحال منسوخ کر دی جائے اور پہلے ان باغیوں سے نمٹ لیا جائے اور پھر بعد میں لشکر کو روانہ کیا جائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق جو اب خلیفۂ رسول تھے، انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ لشکر کے جس جھنڈے کی گرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی تھی اس گرہ کو اب ابوبکرؓ کھول دے۔ آپ نے کمال جوانمردی اور جلال سے فرمایا کہ:۔

"خدا کی قسم اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آکر میرے جسم کو گھسیٹنے لگیں تب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا اور اس کو جانے کا حکم دوں گا"۔

چنانچہ ان مشکل لمحات کے باوجود آپ نے حضرت اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا اور خود اس طرح حضرت اسامہؓ کو ہدایات فرمائیں کہ اسامہ سپہ سالارِ لشکر گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکرؓ پیدل گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس پر حضرت اسامہؓ نے عرض بھی کیا کہ اے خلیفہ رسول! آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی نیچے اتر آتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:۔

"اگر میں تھوڑی دیر تک اپنے پاؤں راہِ خدا میں غبار آلود کر لوں تو اس میں کیا مضائقہ ہے"۔

الغرض حضرت اسامہؓ کا لشکر شام کی طرف روانہ ہوا اور چالیس دِن کے بعد انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنے تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے بعد یہ لشکر مدینہ واپس پہنچا۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ سے باہر جا کر اس لشکر کا استقبال فرمایا۔

اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت اور اس کا خاتمہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض ایسے لوگ کھڑے ہو گئے تھے جن کا مقصد اقتدار کا حصول تھا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کے ذہن میں یہ آیا کہ نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا شاید آسان ہو۔ جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسے لوگوں کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہونے لگا اور اب انہوں نے مرکزِ خلافت کے بالمقابل اپنے آزاد نظام کا اعلان کر کے بغاوت کا علم بلند کر دیا اور مسلمانوں کے لیے مستقل خطرے کا باعث بنے لگے۔ ان حالات میں حکومت وقت کے خلاف اٹھنے والے ان باغیوں کی سرکوبی بہت ضروری تھی۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایسے مفسدوں کی اس بغاوت کو کچلنے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں لشکر ترتیب دیا۔ چنانچہ آپ کی معاونت کے لیے حضرت ثابت بن قیسؓ اور شرجیل بن حسنہؓ نے مختلف مقامات پر مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنتِ حارث، عیینہ بن حصن وغیرہ کے لشکروں کا مقابلہ کر کے اس طرح اس بغاوت کا

قلع قمع کیا کہ مسیلمہ اور اسود عنسی تو قتل ہوئے اور عینیہ بن حصن نے بعد میں دوبارہ اسلام قبول کرلیا اور سجاح بنتِ حارثہ نے فرار کی راہ اختیار کی۔

منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی

جھوٹے مدعیانِ نبوت کی بغاوت سے شہ پا کر ایک گروہ بہت بھاری تعداد میں ایسا بھی تھا جو کہ یا تو اسلام سے ارتداد اختیار کر کے مرکزِ اسلام پر حملہ آور ہونے کی سوچ رہا تھا اور بعض ایسے بھی تھے جو کہ بظاہر تو مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے تھے لیکن زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور یہ مرکزی نظام سے اعلانیہ بغاوت تھی۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس موقعہ پر ان تمام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جو نظامِ خلافت کو کمزور کرنے والے تھے یا مرکزیت کے منافی تھے۔

چنانچہ اس پُرعزم اور سخت تادیبی کارروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ فتنہ ختم ہو گیا۔ بعد میں دیگر صحابہؓ کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ گہری فراست اور حکمت پر مبنی درست فیصلہ تھا۔

جمع قرآن

ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مسیلمہ اور دوسرے باغیان اسلام کے خلاف حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا تھا۔ مختلف جگہوں پر ان باغی گروہوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اور بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ خصوصاً یمامہ کی جنگ میں اس قدر صحابہؓ شہید ہوئے کہ حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوا کہ اگر شہادتوں کا یہی سلسلہ

قائم رہا تو قرآن شریف کا بہت سا حصہ ضائع ہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول! قرآنِ مجید کو ایک جگہ ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں۔ شروع میں تو حضرت ابوبکرؓ کو انشراح نہ ہوا کہ جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا میں کیسے کروں لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو انشراح ہوا تو آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ قرآنِ مجید کو ایک جگہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس خدمت کو سرانجام دیا۔

یہاں یہ وضاحت مناسب ہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلے قرآن مجید لکھا ہوا نہیں تھا یا اس کی ترتیب نہیں تھی، ایسی بات نہیں۔

قرآن مجید ساتھ ساتھ لکھا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھواتے تھے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ سمیت چالیس کے قریب ایسے صحابہؓ ہیں جن کے نام کاتبین وحی کے طور پر تواریخ میں آتے ہیں اور صحابہ اس کی تلاوت کرتے اور اسی ترتیب سے تلاوت ہوتی جس ترتیب میں اب ہمارے پاس قرآن مجید ہے۔

اور آنحضرتؐ خود فرماتے تھے کہ یہ آیات فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھو۔ تو قرآن شریف پہلے سے لکھا ہوا تھا' سورتوں اور آیات کی ترتیب تک آنحضرتؐ کے زمانہ اور راہنمائی میں مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن یہ سب متفرق اجزا میں تھا کچھ ہڈیوں پر لکھا ہوا تھا' کچھ کھجور کی چھال وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا کارنامہ یہ تھا کہ ان سب متفرق اجزاء کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ الغرض یہ مدوّن قرآن کریم حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوا دیا۔

یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسی مدون نسخہ سے نقل کرکے اس کی کاپیاں مختلف علاقوں میں تقسیم کروائیں۔

وفات

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو ابھی سوا دو سال ہوئے تھے کہ آخری وقت آ پہنچا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز سخت سردی کے موسم میں حضرت ابوبکرؓ نے غسل فرمایا، غسل فرمانے کے بعد بخار ہوگیا جو مسلسل پندرہ دِن تک رہا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیماری کے دِنوں میں حضرت عمرؓ کو امامت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے کہا اور جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ یہ بیماری جان لیوا ثابت نہ ہو تو صحابہؓ کے مشورہ سے آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین منتخب کیا اور حضرت عمرؓ کے انتخاب کا اعلان خود مجمع عام میں اس طرح فرمایا کہ:

''میں نے اپنے عزیز یا بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تمام حاضرین نے اس حسنِ انتخاب پر سمعنا واطعنا کہا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر کچھ نصیحتیں فرمائیں''۔ (طبقات ابن سعد)

اس کے بعد حضرت عائشہؓ کو اپنے ذاتی اور خانگی معاملات کے بارے میں کچھ وصیت کی اور پھر اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا کہ دیکھو اس وقت جو کپڑے میرے بدن پر ہیں انہیں کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ مجھے کفن دینا' حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ تو پرانے ہیں۔ اس پر فرمایا جانِ پدر! مُردوں کی نسبت نئے کپڑوں کے زندہ

زیادہ حقدار ہیں''۔

اس کے بعد پوچھا آج کون سا دن ہے؟ جواب دیا دوشنبہ۔ پھر پوچھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس دن ہوا تھا؟۔ بتایا گیا کہ دوشنبہ کے روز۔ اس پر فرمایا کہ ''میری آرزو ہے کہ آج کی رات ہی اس عالم فانی سے رخصت ہوں'' چنانچہ آپ کی یہ آرزو بھی پوری ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور معیت کا یہ شوق بھی خدا نے قبول فرمایا اور 13ھ اواخر جمادی الاوّل کو تریسٹھ سال کی عمر میں آپ فوت ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آپ دفن ہوئے۔

سیرت مبارکہ کی چند جھلکیاں

کتاب کے آخر پر حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

ہر نیکی کے جامع

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نیکی کے ہر پہلو میں کامل اور ہر نیکی پر حریص تھے۔

نماز ہو یا انفاق فی سبیل اللہ، خدمتِ خلق ہو یا بنی نوع انسان کی ہمدردی، شجاعت وجوانمردی ہو یا رافت وحلم۔ آپ کی سیرت ایک ایسے چمن کے مشابہ تھی جس میں گلہائے رنگارنگ کی ایک بہار ہے جو عالم روحانیت کو اپنی جانفزا مہک سے معطر کیے دیتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول خداؐ نے فرمایا آج کوئی روزہ سے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں۔ پوچھا کہ کیا آج خدا کی راہ میں کسی نے صدقہ کیا ہے۔ فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا کہ آج کسی کے جنازہ میں کوئی شریک ہوا ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے عرض کی حضورؐ مجھے یہ موقع نصیب ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی مسکین کو آج کسی نے کھانا کھلایا ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کی مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اس پر رسول کریمؐ نے فرمایا:۔

"جس نے ان تمام نیکیوں کو جمع کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی"۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جنت کے مختلف دروازے ہوں گے جو خدا کی راہ میں مال خرچ کرے گا وہ مال والے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو نماز کا پابند ہوگا وہ نماز والے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو جہاد کرتا ہے وہ جہاد والے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے کا پابند تھا وہ سیرابی کے دروازے سے بلایا جائے گا یہ سن کر حضرب ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کوئی شخص ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا۔ اس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا "ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان سب دروازوں سے جو پکارے جائیں گے ان میں سے تم بھی ایک ہو"۔ (بخاری)

شجاعت

حضرت ابوبکرؓ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے فرمایا ہے کہ "صدیق اکبر سب سے زیادہ بہادر صحابی تھے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میں ابوبکرؓ کو نامزد کروں تو تم اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے نافذ کرنے میں قوی پاؤ گے اگرچہ وہ جسم کے ضعیف ہیں"۔

آپ نے خود خلافت پر متمکن ہوتے ہی جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں فرمایا:

"تم میں سب سے زیادہ طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے لوگوں کا حق دلاؤں اور تمہارا کمزور ترین میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق واپس دلاؤں"

حضرت ابوبکرؓ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور آنحضرتؐ کے قریب تر رہے جو شجاعت کی زندہ دلیل ہے۔

حضرت علیؓ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ صحابہ میں سے سب زیادہ شجاع اور بہادر کون تھا تو آپ نے فرمایا ابوبکرؓ۔ اور بیان کیا کہ بدر کے دِن جب ہم نے رسول کریمؐ کے لیے جھونپڑی بنائی تو سوال پیدا ہوا کہ حضورؐ کے پاس کون رہے تو ابوبکرؓ نے حامی بھری اور تلوار بے نیام کر کے حضور کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ پس اَشجع الناس ابوبکرؓ تھے۔

اسی جنگ بدر کا ایک اور واقعہ شجاعت کا پیش کرتا ہوں جو دراصل حقیقی شجاعت کہلانے کا مستحق ہے جنگِ بدر میں مشرکین مکہ کے لشکر میں حضرت ابوبکرؓ کے ایک صاحبزادے عبدالرحمٰن بھی تھے جو کفار کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ جب بعد میں وہ مسلمان ہوئے تو ایک روز کہنے لگے کہ:۔

"ابا! بدر کے دِن آپ میری زَد میں آئے تھے لیکن میں نے آپ

پروا نہ کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بیٹا اگر تو میری زد میں
اس روز آ جاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا''

یہ ہے حقیقی شجاعت کہ خدا کے دین کے آگے کوئی رشتہ اور کوئی تعلق آڑے نہیں آ سکتا۔

توحید سے پیار

اسلام کا سب سے پہلا درس خدا کی توحید کا اقرار تھا کہ اس کائنات کا خالق وہ واحد خدا ہے کہ جس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں۔ اس کے سوا ہر چیز کو فنا ہے اور اسے کوئی زوال نہیں۔

سیدنا حضرت ابوبکرؓ نے توحید کا جو سبق امتِ محمدیہ کو دیا وہ رہتی دنیا تک یاد رکھنے کے قابل ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کی خبر جب حضرت ابوبکرؓ کو پہنچی تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر آئے حضورؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اُٹھایا اور کہا انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کی قسم وفات پا گئے اور کہا ہائے نبی اور جھک کر پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر سر اٹھایا اور کہا ہائے میرا دوست رخصت ہوا پھر سر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر سر اٹھایا اور کہا ہائے خدا کا برگزیدہ پھر جھکے اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر کپڑا چہرہ مبارک پر ڈال دیا۔ (طبقات ابن سعد ذکر تقبیل ابی بکر الصدیق رسول اللہؐ بعد وفاتہ)

پھر فرمایا آپ کی زندگی کیا ہی اچھی تھی اور موت بھی کیا ہی اچھی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور کہا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے مسجد نبوی میں پہنچے جہاں

حضرت عمرؓ تلوار لہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو کہے گا رسول کریمؐ وفات پا گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ فرمایا عمرؓ! ٹھہر جا اور اعلان کیا کہ:

''جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ فوت ہو چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔
اللہ نے فرمایا محمدؐ ایک رسول ہیں آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ (بخاری)

رسول اکرمؐ سے محبت

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ:

''اس وقت تک ایمان کا دعویٰ عبث ہے جب تک میں کسی کو اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں''

حضرت ابوبکرؓ خدا کے بعد نبی اکرمؐ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''ابوبکرؓ سید کونین کی محبت میں فنا ہو چکے تھے''

(سر الخلافۃ، روحانی خزائن جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۳۹)

اور اسی فنا فی الرسول کے مرتبہ کو سیرتِ صدیقی قرار دیا۔ گویا محبت رسول کا آخری مقام صدیقیت کا مقام ہے۔ یہ خدا اور اس کے رسول کی محبت ہی تھی کہ جب اپنا بیٹا جنگ میں مدّ مقابل آتا ہے تو وہ سب دنیاوی رشتے ختم ہو جاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ ''تم اگر میری تلوار کے نیچے ہوتے تو کبھی بچ کر نہ جاتے''

حضرت عائشہؓ پر جب منافقین نے بہتان لگایا اور حضرت عائشہؓ دن رات اس صدمہ سے روتی رہتی رہیں نہ آنسو تھمتے تھے نہ نیند آتی تھی لیکن کیا مجال کہ حضرت ابوبکرؓ کے ماتھے پر آنحضرتؐ کے لیے ایک شکن بھی آئی ہو۔

بلکہ جب حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کی اجازت سے اپنے باپ کے گھر آ گئیں تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو واپس رسول کریمؐ کے گھر بجھوا دیا۔

ہجرت کا وقت آیا تو آنحضرتؐ کی یہ جدائی بھی حضرت ابوبکرؓ پر شاق گزری اور روتے ہوئے فرمایا یا رسول اللہؐ مجھے اپنے آپ سے دور نہ کیجیو۔ حضورؐ نے آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہجرت فرمائی۔ اس ہجرت کے موقعہ پر جب غار ثور کی طرف چلے تو حضرت ابوبکرؓ کبھی حضورؐ کے آگے چلتے۔ کبھی پیچھے چلتے کبھی دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں ہو جاتے حضورؐ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ آقا مجھے خیال آتا ہے کہ کوئی تعاقب میں نہ ہو، تو میں آپ کے دفاع کے لیے پیچھے ہو جاتا ہوں اور اسی نگرانی کے خیال سے میں آگے ہو جاتا ہوں اور خوف سے کبھی آپ کے دائیں ہوتا ہوں تو کبھی بائیں۔ محبت مجھے بے خوف نہیں ہونے دیتی۔

اور جب غار میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے سارے غار کی صفائی کی۔ سارے سوراخ بند کیے کہ کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ نہ ہو۔ ایک سوراخ رہ گیا تو اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا حضور اکرمؐ حضرت ابوبکرؓ کی ران پر اپنا سرِ مبارک رکھ کر آرام کے لیے استراحت فرمانے لگے۔ سوراخ میں سے ایک سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں پر ڈس لیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے تکلیف کے باوجود جنبش نہ کی کہ نبی اکرمؐ کے آرام میں خلل نہ ہو۔ شدت تکلیف و محبت سے آنکھوں میں آنسو ٹپک پڑے تو آنحضرتؐ کو

سارا ماجرا معلوم ہوا۔

رسول اکرمؐ کی یہی محبت تھی کہ اس جھنڈے کی گرہ کو کھولنے کے لیے تیار نہیں ہوئے جس کی گرہ کو رسول اللہؐ نے لگایا تھا۔

یہی عشق تھا کہ عمرہ کے لیے جب آپ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا ''اے رسولِ خدا کے قائمقام'' بس حضورؐ کا نام سننا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ رونے لگے اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

رسول کریمؐ کی محبت آپ کو ایک دم بھی چین نہ لینے دیتی تھی۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے فرمانے لگے کہ عمرؓ! آؤ ام ایمن کے ہاں چلیں کہ وہاں آنحضورؐ اکثر جایا کرتے تھے۔ وہاں پہنچے تو تینوں آنحضرتؐ کی یاد میں رونے لگ گئے اور دیر تک اس محبوب کی یاد میں روتے رہے۔

آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی فرقت کا غم ہی تھا جو حضرت ابوبکرؓ کو لاحق ہوا اور اندر ہی اندر آپ کی جان کو پگھلا کر رکھ دیا۔

حضرت ابوبکرؓ خود اپنے محبوب آقا کی وفات اور جدائی کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ:

> ''محبوب کی جدائی کے بعد اب زندگی کیسی اور اس کا کیا مزہ، اے کاش ہم سب مرجاتے اور اپنے آقا کے ساتھ ہی ہوتے۔ اے عتیق ہائے افسوس تیرا محبوب قبر میں ہے اور تو اکیلا حسرت زدہ آہیں بھر رہا ہے۔
>
> اے کاش میں ان سے پہلے مرجاتا اور مٹی کے نیچے قبر میں ہوتا۔

اے کاش تیری وفات کے بعد قیامت آ جاتی اور ہم تیرے بعد مال اور اولاد کو نہ دیکھ پاتے تیرے بعد میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اب آپ کو دیکھ نہ سکوں گا تو مجھے کتنا غم پہنچتا ہے''۔(ابن سعد)

تواضع انکساری

ایک دِن حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا ایک پرندہ درخت سے پھل کھا رہا ہے۔ کچھ نیچے گر رہا ہے تو فرمایا:۔

''اے پرندے تجھے مبارک ہو تو پھل کھاتا ہے اور درختوں پر بیٹھا ہے کاش میں بھی پھل ہوتا پرندہ آتا اور کھالیتا۔اے پرندے! اللہ کی قسم میں پسند کرتا ہوں میں رستہ کے ایک طرف درخت ہوتا وہاں سے اونٹ گزرتا مجھے منہ میں ڈال لیتا اور چبالیتا''

ایک انگوٹھی بنوائی تو اس پر کندہ کروایا:

''خدائے بزرگ وعظیم کا حقیر غلام''

خلافت کے بعد سب سے پہلی تقریر بھی آپ کی تواضع وانکساری کی دلیل ہے جس میں آپ نے فرمایا:

''اے لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں درست رہوں تو میری مدد کرنا اور اگر کج ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرنا''۔

خدمتِ خلق

خدا اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت کے ساتھ ساتھ بنی نوع کی ہمدردی بھی

آپ کی سیرت کا ایک درخشاں پہلو ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کی ایک نابینا بڑھیا کی خبر گیری کرتا اور اسے پانی بھر کر لا دیتا۔لیکن جب میں اس کے پاس اس غرض کے لیے جاتا تو مجھ سے پہلے کوئی شخص یہ کام کر کے جا چکا ہوتا۔ایک دِن اسی ٹوہ میں رہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوبکرؓ ہیں حالانکہ وہ خلیفہ تھے اور میں نے کہا میری عمر کی قسم یہ آپ ہی تھے جو ہر روز مجھ سے سبقت لے جاتے۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو جہاں آپ کی رہائش تھی پڑوس میں ایک یتیم بچی تھی جس کی بکریوں کا دودھ دوہ کر آپ دیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بنے تو بچی کہنے لگی کہ اب میری بکریوں کا دودھ کون دوہ کر دیا کرے گا۔آپ نے فرمایا:

''میں دوہا کروں گا۔ اور میں چاہتا ہوں جو خُلق میرے تھے ان میں کوئی تغیر نہ ہو چنانچہ آپ خود اس کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے''۔

ایک بڑھیا کا ذکر ہوا ہے۔اور غالباً یہ وہی بڑھیا تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب ایک روز اس کی خدمت کے لیے نہیں جا سکے تو اس کو یقین ہو گیا کہ ابوبکرؓ اس دنیا میں نہیں رہے۔اس حیرت انگیز خدمتِ خلق کے واقعہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے روز بغیر اس کے کہ اس کو کسی نے خبر دی ہو خود بخود کہنے لگی کہ آج ابوبکرؓ مر گیا ہے لوگوں نے پوچھا کہ تجھ کو کس طرح سے معلوم ہوا اس نے کہا کہ ہر روز مجھ کو آپ

حلوہ کھلایا کرتے تھے اور وہ وعدہ میں تخلف کرنے والے ہرگز نہیں تھے چونکہ آج وہ حلوہ کھلانے نہیں آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں ورنہ وہ ضرور مجھے حلوہ کھلانے آج بھی آتے''۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 290)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکرؓ نے انکساری اور غربت کا لباس اختیار کرلیا۔ آپ کو اپنے آقا محمد مصطفیٰ ؐ سے بڑا گہرا تعلق تھا اور آپ کی روح خیرالوریٰؐ کی روح کے ساتھ پیوست ہو چکی تھی''۔ (سرالخلافہ)

علامہ دِمُیرَی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''حضرت ابوبکرؓ عظیم الشان انسان تھے۔ آپ زاہد، خشوع و خضوع رکھنے والے رہنما، بردبار، صاحب وقار، شجاع، صابر بہت شفقت کرنے والے اور تمام صحابہ میں بے نظیر تھے''۔

ازواج واولاد

آپ نے مختلف اوقات میں مختلف شادیاں کیں ایک بیوی کا نام قتیلہ یا قتلہؓ تھا۔ جن کے بطن سے حضرت عبداللہؓ اور حضرت اسمؓاء پیدا ہوئے۔

دوسری بیوی ام رومان بنت عامر بن عویمر تھیں۔ جن سے عبدالرحمٰنؓ اور عائشہؓ پیدا ہوئے۔

تیسری بیوی اسماء بنت عمیس تھیں۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔

حضرت اسماء کی پہلے حضرت جعفرؓ سے شادی ہوئی تھی۔ ان کی شہادت کے بعد

حضرت ابوبکرؓ سے شادی ہوئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے ان کی شادی ہوئی۔

چوتھی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔

☆☆☆☆☆